براٴت کی ضیافت

سوال : جب لڑکی کی شادی کی جاتی ہے اس وقت براٴت آتی ہے کیا اس براٴت کی ضیافت کا ذمہ دار لڑکی والا ہے؟ اور براٴت منگانی کیسی ہے؟

جواب : نجاشی نے ام حبیبہ رضہ کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تھے۔ حبشہ سے رخصت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیں۔ (مشکوٰۃ باب الصداق) اس سے معلوم ہوا۔ براٴت ضروری نہیں لیکن کسی روایت میں منع بھی نہیں اس لئے اگر لڑکے کے ساتھ ضروری آدمی لڑکی کو لینے کے لئے چلے جائیں تو کوئی حرج نہیں مگر اب جو رواج ہو گیا ہے بہت سے آدمی ناموری کے لئے جاتے ہیں۔ اور فضول خرچ کرتے ہیں یہ جائز نہیں اور چونکہ دلہن کے لینے کے لئے جو ضروری آدمی جاتے ہیں وہ مہمان ہوتے ہیں ان کا کھانا بحیثیت مہمان ہونے اس کے ذمہ ہے جس کے مہمان ہیں یعنی لڑکی والوں کے مہمان ہیں انہی کے ذمہ ان کا کھانا ہے اس کھانے کو شادی یا نکاح کا کھانا نہ کہنا چاہیئے۔ بلکہ عام مہمان نوازی ہوتی ہے یہ بھی ایک مہمان نوازی ہے ہاں دلہن کو گھر میں لاکر جو کھانا کھلایا جاتا ہے یہ بے شک شادی یا نکاح کا کھانا ہے جسے ولیمہ کہتے ہیں یہ بے شک اس موقع پر سنت ہے حسب طاقت کھلانا چاہیئے۔ عبداللہ امرتسری روپڑی

ولی کا بیان

ولی کی ولایت ختم ہونے کی صورت

سوال : ایک شخص نے اپنی نابالغہ لڑکی کا کسی شخص کو رشتہ دینا کیا تھا۔ اس کے بعد وہ شخص فوت ہو گیا اب مرحوم کا وارث ایک بھتیجا ہے وہ اس جگہ نکاح کرنے میں ناراض ہے وجہ ناراضگی کی یہ ہے کہ لڑکی کے نکاح کرنے سے چچا کی زمین لڑکی ہی کو ملتی ہے وہ اس وجہ سے نکاح دینے سے ناراض ہے مگر لڑکی نابالغہ اور اس کی والدہ خوش ہیں۔ لڑکی کی عمر تقریباً دس گیارہ سال کی ہے جس جگہ لڑکی کا والد رشتہ کر گیا ہے اس جگہ لڑکی کی بڑی ہمشیرہ بھی شادی شدہ ہے الغرض لڑکی اپنے والد کے رشتہ کر دینے کے سبب خوش ہے اور لڑکی کی والدہ بھی اپنے خاوند کے رشتہ کر دینے کے سبب اس جگہ نکاح کرنے پر خوش ہے لیکن مرحوم کا بھتیجا جو اس

وقت لڑکی کا ولی ہے وہ ناراض ہے اور ناراضگی صرف زمین کے چلے جانے کے باعث ہے صرف اور کوئی ناراضگی کی وجہ نہیں ہے نیز بغیر اس مرحوم کے بھتیجے کے قریبی کوئی ولی نہیں مگر ولی بعید ہیں وہ بھی ناراض ہیں پس اب جواب طلب امر یہ ہے کہ ایسا ولی جو محض دنیا کے لالچ کے باعث ناراض ہے۔ شریعت محمدی اس کی ولایت توڑ کر کسی دوسرے کو ولی بنا کر نکاح کی اجازت دیتی ہے یا نہیں اگر وہ نکاح غیر ولی کے ذریعے کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

ابو العطاء اللہ بخش

جواب۔ حدیث میں ہے لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ مُرْشِدٍ فتح الباری ورحمۃ المہداۃ فصل رابع مشکوٰۃ صہ۲۷۱ یعنی ولی مرشد کے بغیر نکاح نہیں۔ جو اپنے لالچ سے نکاح نہیں ہونے دیتا وہ ولی مرشد نہیں کیونکہ مرشد وہ ہوتا ہے جو لڑکی کا خیر خواہ ہو پس اس کی جگہ کوئی چوہدری یا نمبردار یا کوئی اور صاحب جس کے کچھ اختیارات ہوں وہ بطور خیر خواہی ولی ہو کر نکاح کر دے تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔ عبداللہ امرتسری روپڑی

والدہ ولی بن سکتی ہے؟

سوال۔ اگر نابالغہ کا والد بوقتِ وفات نابالغہ کی والدہ کو ولی بنا دے اور اختیار دیوے کہ جہاں چاہے اس کی والدہ نکاح کر دے تو کیا یہ جائز ہے اور والدہ کا نکاح کر دینا درست ہے

جواب۔ اگر نابالغہ کا والد وفات کے وقت کل جائیداد کا مالک نابالغہ کی والدہ کو بنا جاتا۔ تو یہ کسی صورت صحیح نہ ہوتا بلکہ اس کی وجہ سے وہ ظالم ٹھہرتا یہاں تک کہ حدیث میں آیا ہے کہ وصیت میں کوتاہی سے ساٹھ سال کی عبادت ضائع ہو جاتی ہے اور خاتمہ خراب ہو کر جہنمی ہو جاتا ہے۔ مشکوٰۃ باب الوصایا ولایت کا حق بھی تو وراثت کی طرح کا ایک تعلق ہے اس کی وصیت وہ بے محل کس طرح کر سکتا ہے یہ عصبات کا حق ہے پہلے باپ ہے یا بیٹا ہے اس میں اختلاف ہے اس کے بعد بھائی پھر چچا وغیرہ۔ خاص کر جب عورت نکاح میں ولی بننے کی اہلیت نہیں رکھتی تو اس کی وصیت کرنا اور ظلم ہے اگر عورت ولی ہو سکتی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں کیوں فرماتے۔ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ یعنی ولی کے بغیر نکاح نہیں بہر صورت سوال میں ولایت چچا کا حق ہے والدہ کا نہیں۔ ہاں حدیث میں والدہ سے مشورہ لینا آیا ہے ولایت اس کا حق نہیں۔

چچا کی اجازت سے والدہ ولی بن سکتی ہے؟

سوال۔ اگر نابالغہ کے چچانے نابالغہ کی والدہ کو اجازت دیدی کہ وہ جہاں چاہے نکاح کردے تو اس صورت میں بھی والدہ کو نکاح کردینے کی اجازت ہے یا نہیں؟

جواب۔ چچانے اگر اجازت دے دی ہو تو پھر نکاح صحیح ہے کیونکہ حدیث میں ولی کے اذن کی شرط ہے خود ولی کا نکاح پڑھانا یا اس کا حاضر ہونا شرط نہیں۔ نہ کسی کا یہ مذہب ہے حنفیہ تو فضولی[علـہ] کا نکاح پڑھایا ہوا بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ شرح وقایہ جلد ۲ باب الولی ص۳۔

اور اہلحدیث کا مذہب حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ۔ الحدیث (مشکوۃ باب الولی فی النکاح) یعنی جو عورت ولی کے اذن کے بغیر نکاح پڑھے اس کا نکاح باطل ہے۔

الرحمۃ المھداۃ فصل رابع مشکوۃ میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نِکَاحَ اِلَّا بِاِذْنِ وَلِیٍّ مُرْشِدٍ اَوْ سُلْطَانٍ۔ رواہ البیہقی فی المعتبر ص۱۴۲ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ولی مرشد یا سلطان کے اذن کے بغیر نکاح نہیں۔ اس قسم کی کئی ایک روایت ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ولی کا اذن کافی ہے اس کا ایجاب وقبول کرانا یا حاضری شرط نہیں۔

عبداللہ امرتسری از روپڑ

دادا کی موجودگی میں ماموں ولی بن سکتا ہے؟

سوال۔ زید کے انتقال کے بعد دادا کی زندگی میں بغیر مشورہ دادا کے ماموں زید کی لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے سے کردے جب کہ لڑکی نابالغہ ہو۔ دادا اس نکاح پر ناراض ہو۔ لڑکی بالغہ ہوتے ہی اس نکاح سے انکاری ہو گئی ہو اور متواتر دو سال انکار کرتی رہے مگر اس کے بعد جبراً خوہر کے گھر بھیج دیا گیا ہو کیا یہ

علـہ فضولی اس کو کہتے ہیں جو دوسرے کے لئے کام کرے نہ دوسرے کا ولی ہو جیسے ایک بیگانہ شخص کسی بالغ یا نابالغ کا ویسے ہی نکاح کردے اور یا اس سے یا اس کے ولی سے اذن نہ لے تو یہ نکاح حنفیہ کے نزدیک بالغ کی یا ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اگر وہ اجازت دے دیں تو درست ہو جائے گا۔

عبداللہ امرتسری

سوال ۔ اگر نابالغہ کے چچا نے نابالغہ کی والدہ کو اجازت دیدی کہ وہ جہاں چاہے نکاح کردے تو اس صورت میں بھی والدہ کو نکاح کردینے کی اجازت ہے یا نہیں؟

جواب ۔ چچا نے اگر اجازت دے دی ہو تو پھر نکاح صحیح ہے کیونکہ حدیث میں ولی کے اذن کی شرط ہے خود ولی کا نکاح پڑھانا یا اس کا حاضر ہونا شرط نہیں۔ نہ کسی کا یہ مذہب ہے حنفیہ تو فضولی[1] کا نکاح پڑھایا ہوا بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ شرح وقایہ جلد ۲ باب الولی ص ۳۔

اہل حدیث کا مذہب حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ أَيُّمَا امْرَأَةٍ نُكِحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ الحدیث (مشکوٰۃ باب الولی فی النکاح) یعنی جو عورت ولی کے اذن کے بغیر نکاح پڑھے اس کا نکاح باطل ہے۔

الرحمۃ المھداۃ فصل رابع مشکوٰۃ میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نِكَاحَ إِلَّا بِإِذْنِ وَلِيٍّ مُرْشِدٍ أَوْ سُلْطَانٍ۔ رواہ البیہقی فی المختصر ص ۱۲۲ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ولی مرشد یا سلطان کے اذن کے بغیر نکاح نہیں۔ اس قسم کی کئی ایک روایت ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ولی کا اذن کافی ہے اس کا ایجاب وقبول کرانا یا حاضری شرط نہیں۔ عبداللہ امرتسری از روپڑ

دادا کی موجودگی میں ماموں ولی بن سکتا ہے؟

سوال ۔ زید کے انتقال کے بعد دادا کی زندگی میں بغیر مشورہ دادا کے ماموں زید کی لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے سے کردے جبکہ لڑکی نابالغہ ہو۔ دادا اس نکاح پر ناراض ہو۔ لڑکی بالغہ ہوتے ہی اس نکاح سے انکاری ہو گئی ہو اور متواتر دو سال انکار کرتی رہے مگر اس کے بعد جبراً شوہر کے گھر بھیج دیا گیا ہو کیا یہ

---

[1] فضولی اس کو کہتے ہیں جو دوسرے کے لئے کام کرے نہ دوسرے کا ولی ہو جیسے ایک بیگانہ شخص کسی بالغ یا نابالغ کا ویسے ہی نکاح کردے اور یا اس سے یا اس کے ولی سے اذن نہ لے تو یہ نکاح حنفیہ کے نزدیک بالغ کی یا ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اگر وہ اجازت دے دیں تو درست ہو جائے گا۔

عبداللہ امرتسری

نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب : صورتِ مسئولہ میں نکاح نہیں ہوا کیونکہ والد کی موجودگی میں ماموں ولی نہیں ہو سکتا اور حدیث میں ہے لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ (مشکوٰۃ) یعنی ولی کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا پس لڑکی کو اختیار ہے کہ باجازت ولی جہاں چاہے نکاح کرلے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی حال ماڈل ٹاؤن لاہور

غیر شخص کو ولی بنانا

سوال : ایک عورت بیوہ ہے اور اس کے والدین زندہ ہیں اور وہ ان کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتی ہے یا کہ نہیں؟ اگر اس نے بغیر رضامندی والدین کے کسی دوسرے کو ولی بنا کر نکاح کر لیا۔ تو آیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا کہ نہیں؟ دیگر بیوہ کو ولی کی ضرورت ہے یا نہیں؟ جواب بدلائل قرآن و حدیث مفصل ارشاد فرمائیں۔ بیّنوا توجروا۔

جواب : قرآن مجید میں ہے۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ۔ جب عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو تم عورتوں کو اپنے خاوندوں کیساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو جب آپس میں وہ اچھی طرح سے راضی ہوں۔

ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی جب عدت گزر گئی اور رجوع کا موقع نہ رہا۔ تو پھر دونوں آپس میں راضی ہوگئے لیکن رجوع کا وقت چونکہ گزر چکا تھا۔ اس لئے نکاح کرنا چاہا عورت کا بھائی ولی تھا۔ اس سے نکاح کی درخواست کی۔ اس نے درخواست منظور نہ کی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ تم نکاح سے نہ روکو جب وہ آپس میں راضی ہیں۔ تمہارا کیا حرج ہے جب اس پر آیت پڑھی گئی تو اس نے خوشی سے نکاح کر دیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت ولی کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی۔ اگر ولی کے بغیر نکاح ہو سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا۔ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ یعنی ...... جب تم عورتوں کو طلاق دو۔ اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو ان کو اپنے خاوندوں سے نکاح کا اختیار ہے جب آپس میں راضی ہو جائیں۔

نیز حدیث میں ہے۔ لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ پر حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہ یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت

عائشہؓ جو اس حدیث کی روایت کرنے والی ہیں، انہوں نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا۔

امام مالکؒ نے روایت کیا ہے۔ اِنَّھَا زَوَّجَتْ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخِیْھَا وَھُوَ غَائِبٌ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ مِثْلِی یُفْتَاتُ عَلَیْہِ فِی بَنَاتِہٖ یعنی حضرت عائشہؓ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰنؓ کی لڑکی کا نکاح کر دیا اور عبدالرحمٰن موجود نہ تھے۔ جب آئے تو کہا کہ کیا مجھ جیسے پر میری لڑکی کی بابت سبقت کی جاتی ہے۔ یعنی میرے پوچھے بغیر میری لڑکی کا نکاح کیا جاتا ہے جب حضرت عائشہؓ نے خود عمل نہیں کیا تو معلوم ہوا یہ روایت ٹھیک نہیں۔

یہ اعتراض کر کے حافظ ابن حجرؒ خود اس کا جواب دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ واجیب بِاَنَّہٗ لم یرد فی الخبر التصریح بِاَنَّھَا باشرت العقد فقد یحتمل ان تکون البنت المذکورۃ ثیبًا ودعت الی کفو وابوھا غائب فانتقل الولایۃ الی الولی الابعد او الی السلطان وقد صح عن عائشۃؓ انھا انکحت رجلا من بنی اخیھا فضربت بینھم بستر ثم تکلمت حتی اذا لم یبق الا العقد امرت رجلا فانکح ثم قالت لیس الی النساء نکاح اخرجہ عبدالرزاق (فتح الباری جز ۲۱ صفحہ ۹۶)

یعنی اس کا جواب یہ ہے کہ امام مالکؒ کی روایت میں یہ تصریح نہیں کہ حضرت عائشہؓ نے خود لڑکی کا عقد کیا۔ بلکہ احتمال ہے کہ لڑکی بیوہ ہو اور اس نے اپنی کفو میں نکاح کی خواہش کی ہو۔ باپ چونکہ غائب تھا اور موقعہ ہاتھ سے جانے کا خطرہ تھا۔ اس لئے ولایت (دوسرے) ابعد ولی کی طرف نقل ہو گئی کیونکہ حضرت عائشہؓ سے صحیح سند سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے بھتیجوں میں سے ایک مرد کا نکاح کیا۔ تو پردے میں لڑکی والوں کے ساتھ تمام بات چیت طے کر کے عقد کے لئے دوسرے شخص کو حکم دیا۔ پھر فرمایا۔ کہ نکاح عورتوں کا کام نہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ عبدالرحمٰنؓ کی لڑکی کا نکاح خود حضرت عائشہؓ نے نہیں کیا۔ بلکہ کسی دوسرے ولی نے کیا۔ لیکن حضرت عائشہؓ چونکہ بڑی تھیں اور انہی کی رائے سے سب معاملہ طے ہوا اس لئے نکاح کرنے کی نسبت ان کی طرف کر دی۔ بیہقیؒ نے بھی امام مالکؒ والی روایت کا یہی مطلب بیان کیا ہے اور اس کی تائید میں عبدالرحمٰنؒ بن قاسم سے ایک روایت ذکر کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ عن عبد الرحمٰن بن القاسم قال کنت عند عائشۃؓ یخطب الیھا المرأۃ من اھلھا فتشھد فاذا بقیت عقدۃ النکاح قالت لبعض اھلھا زوج فَاِنَّ المرأۃ لاتلی عقد النکاح وفی لفظ فَاِنَّ النساء لا ینکحن (مغنی ص دار قطنی ص ۳۸۲)

عبدالرحمٰن بن قاسمؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس تھا۔ ایک عورت جو حضرت عائشہؓ کے قریبیوں سے تھی حضرت عائشہؓ سے اس کا رشتہ طلب کیا گیا۔ حضرت عائشہؓ نے خطبہ پڑھ کر ایک قریبی کو کہا کہ نکاح پڑھ

دے۔ کیونکہ عورت عقد کی ولی نہیں ہوتی اور ایک روایت میں ہے کہ عورتیں نکاح نہیں پڑھتی۔

یہ روایت لکھ کر امام بیہقیؒ فرماتے ہیں: جب حضرت عائشہؓ کا یہ مذہب ہوا کہ عورت نکاح کی ولی نہیں ہوتی تو وہ عبدالرحمنؓ کی لڑکی کا نکاح کس طرح کر سکتی تھیں۔ پس اس سے مراد یہی ہے۔ کہ بات چیت کرنے والی وہی تھیں پس اس سے مراد یہی ہے۔ کہ بات چیت کرنے والی وہی تھیں۔ اور انہی کے صلاح مشورہ سے تو یہ کام ہوا۔ اس لئے نکاح کی نسبت ان کی طرف کی گئی۔ (جیسے قرآن میں ہے فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ الآیہ۔ یعنی ان کو نہ روکو کہ وہ اپنے خاوندوں سے نکاح کریں۔ فافہم)

بعض کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے شاید اس اعتماد پر نکاح کر دیا ہو۔ کہ جو میں کروں۔ عبدالرحمنؓ اس کو ناپسند نہیں کر سکتا۔ تو گویا اُس کی اجازت بھی اور ولی کی اجازت ہی شرط ہے۔ لیکن اس جواب میں دو شبے ہیں ایک یہ کہ شاید اس محل میں یہ خیالی اجازت شرع میں معتبر ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ نکاح کا معاملہ نازک ہے اس میں شرع نے بہت احتیاط برتا ہے دوسرا یہ کہ جب حضرت عائشہؓ کا مذہب یہ ہے کہ عورتیں عقد کی ولی نہیں ہوتیں تو پھر وہ نکاح کس طرح کر سکتی تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ شاید حضرت عائشہؓ نے اس خیال سے نکاح کر دیا ہو۔ کہ یہ نکاح عبدالرحمنؓ کے آنے تک معلق رہے گا۔ اگر اس نے اجازت دے دی تو نافذ ہو جائے گا۔ ورنہ نہیں لیکن اس جواب میں بھی یہی شبہ ہے کہ جب عورتیں عقد کی ولی نہیں تو نکاح کا وجود نہ ہوا۔ تو معلق کیا شے ہوگی۔ پس صحیح جواب وہی ہے جو حافظ ابن حجرؒ اور امام بیہقیؒ نے دیا ہے کہ نکاح کسی اور ولی نے پڑھا ہے حضرت عائشہؓ کی طرف نسبت محض اس لئے کی ہے کہ وہ بڑی تھیں۔ اور سارا معاملہ ان کے ہاتھ سے طے پایا تھا پس حضرت عائشہؓ نے اپنی روایت لا نکاح الا بولی کے خلاف عمل نہیں کیا۔

اس کے علاوہ حضرت عائشہؓ کے سوا بڑے بڑے صحابہؓ سے یہ روایت اور اس کے ہم معنی اور روایت مروی ہیں جن کی تعداد تیس تک پہنچ گئی ہے۔ ترمذی ص۱۳۱ میں ابو موسیٰ اشعریؓ سے یہ روایت کر کے ذکر کیا ہے۔ وفی الباب عن عائشۃؓ وابن عباسؓ وابی ھریرۃؓ وعمران بن حصینؓ وانسؓ یعنی اس بارے میں حضرت عائشہؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابوہریرہؓ حضرت عمران بن حصینؓ اور حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ حافظ ابن حجرؒ تلخیص الحبیر ص۲۹۱ میں اور امام شوکانی نیل الاوطار جلد ۶ ص۱۲۵ میں لکھتے ہیں قال الحاکم وقد صحت الروایۃ فیہ عن ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشۃؓ وام سلمۃؓ وزینبؓ بنت جحش قال وفی الباب عن علی وابن عباس ثم سرد تمام ثلثین صحابیا وقد جمع طرقہ الدمیاطی من

المتاخرین۔ یعنی حاکم کہتے ہیں۔ ازواج مطہرات حضرت عائشہؓ حضرت ام سلمہؓ حضرت زینب بنت جحشؓ سے یہ روایت صحیح ہو گئی ہے اور اس بارے میں حضرت علیؓ حضرت ابن عباسؓ سے بھی روایت ہے یہاں تک کہ تیس صحابہؓ کے نام ذکر کئے۔ اور متاخرین میں سے دمیاطیؒ نے اس کے تمام طریق ذکر کئے ہیں ان روایتوں سے بعض صحیح ہیں۔ بعض ضعیف لیکن سب مل کر مجموعہ صحیح ہیں۔ تو اگر فرضی طور پر مان لیا جائے کہ اگر حضرت عائشہؓ سے یہ روایت صحیح نہ ہو۔ نہ یہ کہ کسی صحابیؓ سے بھی صحیح نہ ہو۔ فافہم۔ پھر بڑے بڑے صحابہؓ کا اس پر عمل ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی بابت فقہ حنفیہ در مختار کے مقدمہ میں لکھا ہے۔ کہ فقہ کا بیج انہوں نے بویا ہے ان کا یہی مذہب ہے۔ کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں۔ اور ان کے علاوہ اور بہت سے اسی کے قائل ہیں نیل الاوطار میں ہے فقد ذهب إلى هذا علي وعمر وابن عباس وابن عمر وابن مسعودؓ وابو هريرةؓ وعائشةؓ والحسن البصريؒ وابن المسيب وابن شبرمة وابن ابي ليلى والعترة واحمدؒ واسحاقؒ والشافعیؒ وجمهور اهل العلم فقالوا لا يصح العقد بدون ولي قال ابن المنذر لا يعرف عن احد من الصحابة خلاف ذالك (نیل الاوطار جلد ۶ صـ۱۲۳) یعنی حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عائشہؓ، حسن بصریؒ، ابن مسیبؒ، ابن شبرمہؒ، ابن ابی لیلیٰؒ، اہل بیتؓ، امام احمدؒ، امام اسحٰقؒ، امام شافعیؒ اور جمہور اہل علم کا یہی مذہب ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں۔ ابن منذرؒ کہتے ہیں۔ کسی صحابیؓ سے اس کا خلاف ثابت نہیں۔

غرض حدیث لا نكاح الا بولي نہایت قوی دلیل ہے اور عام ہے خواہ کنواری ہو یا بیوہ ہو۔ بڑی ہو یا چھوٹی ہو۔ کسی کا نکاح بغیر ولی کے صحیح نہیں اور ایک حدیث میں ہے الايم احق بنفسها من وليها (مشکوٰۃ صـ۲۷۰) اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوہ کا حق ولی سے زیادہ ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ ولی کا کوئی حق ہی نہیں بلکہ ولی کی اجازت ہے کیونکہ افعل تفضیل ہے۔ یعنی زیادتی کو ثابت کرتا ہے بالکل نفی نہیں کرتا۔ اور ایک حدیث میں ہے۔ کہ ليس للولي مع الثيب (منتقی) اس کا مطلب یہ ہے کہ مہر اور دیگر شرائط نکاح اور جس کے ساتھ نکاح پڑھنا ہو۔ اس کی تعیین یہ سب معاملہ بیوہ کے مشورہ سے طے ہونا چاہیئے۔ کیونکہ کنواری شرم کی وجہ سے کسی بات میں مشورہ نہیں دے سکتی۔ بخلاف بیوہ کے وہ کھل کر بات چیت کر سکتی ہے اس لئے ولی کو چاہیئے کہ جو کچھ بیوہ کہے وہ کرے اور اس کی رضا کو مقدم رکھے اور درمیان رکاوٹ نہ ڈالے۔ بلکہ اجازت دے دے۔ بہر صورت ولی کا درمیان ہونا ضروری ہے تاکہ عورتیں دلیر ہو کر آزاد نہ ہو جائیں۔ کیونکہ مردوں کا اگر درمیان واسطہ

نہ ہو اور خود بخود سب کچھ کرنے لگ جائیں تو ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ کتنی آزادی پھیلے۔ طبیعت ان کی نرم ہے عقل ان کی کم ہے۔ میلان رغبت زیادہ ہے۔ اگر ان باتوں کے ساتھ طبیعت میں دلیری آجائے اور شرم و حیا کم ہو جائے۔ تو پھر شر کا دروازہ کھلتا ہے اس لئے نکاح میں ولی کا ہونا ضروری ہے۔ البتہ اپنے مال میں تصرف کے لئے ولی کی ضرورت نہیں کیونکہ اس میں طبیعت کی نرمی اور میلان و رغبت کو کوئی دخل نہیں۔ نہ اس میں پردے اور ستر کی کوئی بات ہے کہ شرم و حیا پر اس کا برا اثر پڑے۔ ہاں اگر ولی ظلم و زیادتی کرے۔ تو شرعاً وہ ولی نہیں رہتا۔ کیونکہ ولی سے مقصود خیر خواہی اور بھلا ہے۔ جب وہ ہی ظلم پر آمادہ ہو تو ولی کاہے کا۔ مثلاً وہ کچھ پیسے لینا چاہتا ہے یا برادری کی رسم کا پابند ہے۔ جیسے بیوہ کا نکاح نہیں ہونے دیتے۔ یا کسی فائدے کے لئے نفع نقصان کی پرواہ نہیں کرتا۔ تو شرع اس کو ولی قرار نہیں دیتی۔ اس لئے حدیث شریف میں ہے فَاِنِ اشْتَجَرُوا فالسلطان ولی من لا ولی لہ۔ یعنی اگر ولیوں کا آپس میں جھگڑا ہو جائے پس سلطان اس شخص کا ولی ہے۔ جس کا کوئی ولی نہیں۔ گویا جھگڑے سے ولی ولی نہیں رہتا۔ کیونکہ ان سے لڑکی کو نفع پہنچنے کی امید نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس ولی سے نفع کی امید نہ ہو وہ ولی شرعاً اپنی ولایت سے معزول ہو جاتا ہے اور دارقطنی میں ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ اذا کان ولی المرأۃ مضاراً فولت رجلاً وانکحہا فنکاحہ جائز (دارقطنی ص۳۷۵)

جب عورت کا ولی نقصان دینے والا ہو اور وہ کسی دوسرے کو ولی مقرر کر کے نکاح کر لے تو جائز ہے اس سے معلوم ہوا۔ کہ نقصان دینے والا ولی نہیں رہ سکتا۔ بلکہ اس وقت کوئی اور ولی ہو گا۔ امام شافعیؒ کتاب الام میں فرماتے ہیں عن ابن عباس رضؓ قال لا نکاح الا بشاہدی عدل و ولی مرشد (کتاب الام جلد ۵ ص۱۹) یعنی ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ دو عادل گواہوں اور ہدایت والے ولی کے بغیر نکاح نہیں۔ نیز فتح الباری میں ہے۔ (اخرجہ سفیان فی جامعہ ومن طریقہ الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن عن ابن عباسؓ بلفظ لا نکاح الا بولی مرشد او سلطان (جز ۹ ص۱۶۵) یعنی ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہدایت والے ولی یا سلطان کے بغیر نکاح نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ولی ہدایت والا ہونا چاہیے۔ اگر ہدایت والا نہ ہو۔ تو ولی ہونے کے لائق نہیں اور ظاہر ہے کہ ظالم ہدایت والا نہیں۔ پس وہ ولایت سے علیحدہ ہے اس وقت بادشاہ ولی ہے اگر حکومت اسلامی ہو۔ نہ ہو تو پنچایت کا سرپنچ ولی ہے اگر اس کا بھی اتفاق نہ ہو تو نمبردار یا چوہدری جس کا کچھ سایہ سکہ ہو۔ وہ ولی ہو جائے۔ بہر صورت عورت کے لئے ولی کا ہونا ضروری ہے اول نمبر والد ہے بعض اول نمبر بیٹے کو کہتے ہیں۔ اگر یہ ظلم کریں تو بھائی اس کے بعد چچا پھر چچا کا بیٹا۔ پھر دادے کی اولاد اس طرح

سے رجوع کر لیا۔ اور کہا کہ کفو میں بلا ولی صحیح ہے۔ غیر کفو میں صحیح نہیں۔ پھر اس سے بھی رجوع کر لیا اور کہا کہ کفو اور غیر کفو دونوں میں صحیح ہے۔

امام محمدؒ سے دو روائتیں ہیں ایک یہ کہ بالغہ ولی کی اجازت بغیر نکاح کر لے تو وہ نکاح معلق رہے گا۔ اگر ولی اجازت دیدے تو صحیح ہو جائے گا۔ ورنہ باطل ہوگا۔ ہاں اتنی بات ہے کہ اگر بالغہ نے کفو میں نکاح کیا ہے تو ولی کے اجازت دینے کی صورت میں اگرچہ یہ باطل ہو گیا مگر قاضی نئے سرے سے نکاح کروا سکتا ہے پھر اس سے رجوع کر لیا۔ اور کہا، کہ بالغہ اپنا نکاح بھی کر سکتی ہے اور دوسری کا بھی کرا سکتی ہے۔ خواہ کفو ہو یا غیر کفو۔ مگر یہ مستحب کے خلاف ہے یعنی امام ابوحنیفہ رح کی پہلی روایت کی طرف رجوع کر لیا۔

یہ سات روائتیں، پہلی پچھلی ملا کر بنتی ہیں۔ اگر پہلی پچھلی نہ ملائیں بلکہ موجودہ حالت کو دیکھیں تو کل دو روائتیں بنتی ہیں۔ اور وہ دو وہی ہیں جو امام ابوحنیفہ رح سے مروی ہیں کیونکہ امام ابویوسف رح اور امام محمد رح نے آخر ظاہر الروایت کی طرف رجوع کر لیا ہے لیکن امام ابویوسف رح کے رجوع کے بارے میں اختلاف ہے سرخسی رح کہتے ہیں کہ امام ابویوسف رح سے آخری روایت ظاہر الروایت ہے اور طحاوی رح اور کرخی رح کہتے ہیں امام ابویوسف رح سے اخیری روایت یہ ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں۔ اس بنا پر کل تین ہوں گی۔ یہ تفصیل فتح القدیر شرح ہدایہ میں موجود ہے اور ردّ المختار میں بحوالہ بحر الرائق کہا ہے کہ بہت سے مشائخ کا فتویٰ ظاہر الروایت پر ہے لیکن حسن بن زیاد والی روایت میں احتیاط زیادہ ہے اور اس سے چند سطریں پہلے فتح القدیر کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ فتوے کے لئے مختار حسن بن زیاد والی روایت ہے کیونکہ آزادی بہت زیادہ ہو گئی ہے اگر غیر کفو میں بلا ولی نکاح بالغہ کے صحیح ہونے کا فتوے دیدیا جائے۔ تو آزادی کی وجہ سے بہت عورتیں جس کے ساتھ چاہیں نکاح کریں گی۔ پھر ولی بیچارہ کہاں مقدمات کرتا پھرے گا۔ نیز سارے ولی ہوشیار بھی نہیں ہوتے کہ پوری طرح مقدمہ کر سکیں، اور بعض ہوشیار ہوتے ہیں لیکن ہر حاکم عادل نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ ناکام رہتا ہے اور بعض دفعہ ولی مقدمات کی تکلیف سے ڈر کر مقدمہ نہیں کر سکتا۔ اور بعض ولی حکام کے دروازوں پر گھومنا عار سمجھتے ہیں اس لئے مقدمہ چھوڑ دیتے ہیں۔ سو اس قسم کی خرابیوں کی وجہ سے فتوے کے لئے یہی مختار ہے کہ غیر کفو میں بغیر ولی کے نکاح ہوتا ہی نہیں۔ ملاحظہ ہو رد المختار جلد ۲ صفحہ ۳۴۳ و فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۳۹۔

اہل حدیث وغیرہ کہتے ہیں۔ ولی کا درمیان ہونا ضروری ہے تاکہ عورتیں دلیر ہو کر آزاد نہ ہو جائیں، کیونکہ اگر مردوں کا درمیان واسطہ نہ ہو اور خود بخود سب کچھ کرنے لگ جائیں تو ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ کتنی آزادی پھیلے۔

اوپر جہاں تک اپنے نسب کا علم ہو۔ غرض باپ کی طرف سے حق ولایت ہے۔ ماں کی طرف سے نہیں۔ کیونکہ ماں کی قرابت کمزور ہے اس لئے ماموں یا نانا وارث نہیں ہوتے ہاں اگر باپ کی طرف سے کوئی نہ ہو۔ تو پھر ماموں یا نانا ولی ہو سکتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ صاحب کا بھی یہی مذہب ہے اگر یہ بھی نہ ہوں تو پھر بادشاہ پھر سرپنچ۔ پھر نمبردار چوہدری وغیرہ جیسے اوپر بیان ہوا ہے۔

عبداللہ امرتسری ۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

نابالغہ کا نکاح ماں کا پڑھا ہوا صحیح ہے یا چچا کا؟ کیا مہر کے عوض عورت کو لڑکی کا ولی بنانا درست ہے؟ نابالغہ کے نکاح میں ولی کا کیا حکم ہے؟ اس کے متعلق فقہی روایات

سوال ۔ ایک لڑکی نابالغہ کا باپ مرگیا اس کے بعد ولی اقرب چچا موجود ہے اور اس کی والدہ بھی ہے والدہ نے لڑکی کا نکاح کسی سے کر دیا اس کے تقریباً پندرہ روز بعد چچا نے کسی دوسرے سے نکاح کر دیا۔ والدہ لڑکی کہتی ہے کہ میرے خاوند نے مجھے کہا تھا۔ کہ مہر کے بدل میں تمہیں لڑکی کی ولایت سپرد کرتا ہوں کیونکہ میرے پاس مہر کے لئے روپیہ موجود نہیں۔ اور کہ لڑکی کے چچا نے نان و نفقہ بھی دینے سے انکار کر دیا ہے اور کہہ دیا ہے کہ جاؤ تمہاری مرضی جہاں چاہو۔ اپنی لڑکی کا نکاح کر دو۔ میرے پاس تمہارے دونوں کے لئے نان و نفقہ نہیں۔

اب کیا نکاح اوّل درست ہے یا ثانی؟

دوسرا۔ بالغہ باکرہ لڑکی کا نکاح بغیر اجازت ولی منعقد ہو سکتا ہے یا اجازت ضروری ہے۔ اس میں جو اختلاف مابین صاحبین اور امام ابوحنیفہ رح ہے۔ قول مفتیٰ بہ کس پر ہے۔ کتب فقہ سے جواب درکار ہے۔ فقیر کا ناقص خیال یہ ہے کہ ولی کی ضرورت ضروری ہے۔ عورتوں کو آزادی دینی سخت مضر ہے۔ مگر کتب فقہ سے اس کا حل مشکل ہے۔

"تابعدار مفتی فضل عظیم قریشی عثمانی از ہبہ ضلع ہوشیارپور"

جواب ۔ روایات فقہیہ سات ہیں۔ دو امام ابوحنیفہ رح سے ہیں۔ ایک یہ کہ بالغہ اپنا نکاح بھی کر سکتی ہے۔ اور دوسری عورت کا بھی کرا سکتی ہے مگر مستحب کے خلاف ہے اور یہ ظاہر روایت ہے۔

دوسری روایت امام ابوحنیفہ رح سے یہ ہے کہ بالغہ کفو میں نکاح کرے۔ تو صحیح ہے۔ غیر کفو میں صحیح نہیں۔ یہ حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ رح سے روایت کیا ہے۔ اور فتویٰ اسی پر مختار ہے۔

تین روائتیں امام ابویوسف رح سے ہیں ایک یہ کہ بالغہ کا اگر ولی ہو تو بلا ولی نکاح درست نہیں۔ پھر اس

طبیعت ان کی نرم ہے عقل ان کی کم ہے میلان رغبت زیادہ ہے اگر ان باتوں کے ساتھ طبیعت میں دلیری آ جائے، اور شرم و حیا کم ہو جائے تو پھر شر کا دروازہ کھلا ہے اس لئے نکاح میں ولی کا ہونا نہایت ضروری ہے البتہ مال میں تصرف کے لئے ولی کی ضرورت نہیں کیونکہ اس میں طبیعت کی نرمی اور میلان و رغبت کو کوئی دخل نہیں، نہ اس میں پردے اور ستر کی کوئی بات ہے کہ شرم و حیا پر .... اس کا برا اثر پڑے۔ برخلاف نکاح کے وہ نہایت نازک معاملہ ہے عمر کا تعلق ہے اس میں بہت سی اونچ نیچ دیکھنی پڑتی ہے ایسے معاملے کو عورت کے سپرد کرنا سراسر بربادی ہے۔ خاص کر آزادی کے زمانہ میں جیسے آج کل آزادی کی رو چل رہی ہے۔ غیر کفو میں عورت کو خود بخود نکاح کرنے کی اجازت سے اگر شر کا دروازہ کھلتا ہے تو کفو میں اس سے کم نہیں، بلکہ زیادہ خرابیوں کا باعث ہے۔ کیونکہ برادری میں سخت ہیجان کا باعث ہو کر ہمیشہ کیلئے عداوت اور دشمنی کا بیج بو دیتا ہے جن کی لڑکی خود بخود کسی کے ساتھ نکل کر نکاح پڑھ لیتی ہے وہ کبھی چین کی زندگی نہیں گزار سکتے۔ عورت انسان کی ننگ و ناموس ہے اس کی ایسی حرکات سارے گھرانے کی خفت کا موجب ہیں اگر ولی کی اجازت بغیر برادری میں کسی سے جا ملی، تو فریقین ہمیشہ کی نزاع میں مبتلا ہو کر برباد ہو جائیں گے۔ اگر ولی کی اجازت سے نکاح ہوگا تو اس طرح کی کوئی خرابی پیدا نہیں ہو سکتی۔ خواہ کفو میں ہو یا غیر کفو میں، نیز معاملہ کی نزاکت پر نظر کرتے ہوئے ولی جو کچھ کر سکتا ہے۔ اور اونچ نیچ سمجھ سکتا ہے عورت اس سے بہت دور ہے پس اس لحاظ سے ولی نہایت ضروری ہے پھر جب احادیث میں ولی ضروری قرار دیا ہے۔ تو پھر اس قسم کی کرید کی ضرورت ہی نہیں۔ تفصیل کے لئے تنظیم اہلحدیث جلد اول نمبر ۴۰ محولہ بالا ملاحظہ ہو۔

یہ تو بالغہ کا فیصلہ ہوا رہا نابالغہ کا فیصلہ تو اس کا نکاح کسی کے نزدیک ولی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ فقہاء حنفیہ کے نزدیک نہ کسی اور کے نزدیک، لیکن حنفیہ کے نزدیک چونکہ عورت بھی ولی ہو سکتی ہے اس لئے عورت کا نکاح پڑھایا ہوا ان کے نزدیک صحیح ہوگا۔ مگر صورت سوال میں ماں کا نکاح پڑھا ہوا ان کے نزدیک بھی درست نہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک عصبہ کے ہوتے ہوئے غیر عصبہ ولی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں اس کی تصریح ہے اور صورت سوال میں چچا عصبہ ہے اور ماں غیر عصبہ ہے پس چچا کا نکاح معتبر ہوگا نہ ماں کا۔ ہاں اگر ماں نے چچا کی اجازت سے پڑھا ہے تو پھر ماں کا صحیح ہے نہ چچا کا۔

رہا میت کا مرتے وقت مہر کے عوض اپنی بیوی کو ولایت سپرد کرنا تو یہ اس شغار یعنی بٹہ کی قسم سے ہے جس سے حدیث میں نہی آئی ہے کیونکہ نکاح شغار میں لڑکی بدلے لڑکی ہوتی ہے یعنی ایک لڑکی کی شرمگاہ

کو دوسری لڑکی کا مہر بنایا جاتا ہے خواہ ساتھ اور مہر بھی ہو یا نہ۔ اور صورت سوال میں مرنے والے نے بھی اپنی بیوی کو مہر کے عوض لڑکی سپرد کی ہے یعنی لڑکی کی شرمگاہ کا اس کو اختیار دیا ہے کہ جس کے ساتھ چاہے اس کا تعلق پیدا کر دے پس یہ بھی ایک طرح کا شغار ہی ہوگا۔

تنبیہ۔ صورت سوال میں چچا کا نکاح اس وقت صحیح ہوگا۔ جب چچا ولی مرشد ہو یعنی لڑکی کی مصلحت سوچنے والا ہو۔ ملاحظہ ہو اخبار کا نمبر مذکور اور رسالہ نکاح بگنجہ پڑھ ص ۲۲-۲۳۔ اگر اس نے لڑکی کی مصلحت نہیں دیکھی بلکہ اپنی کوئی غرض پوری کی ہے تو وہ ولایت سے معزول ہے۔ اس صورت میں دوسرا کوئی ولی نکاح پڑھائے۔

چنانچہ اخبار کے نمبر مذکور میں ہم نے تفصیل کی ہے اور بتلایا ہے کہ نکاح کے لئے جیسے ولی ہونا ضروری ہے اسی طرح اس ولی کا مرشد ہونا بھی ضروری ہے اور رد المحتار جلد ۲ ص ۳۲۳ میں بحوالہ بزازیہ کہا ہے ۔ باپ دادا فاسق ہوں تو حاکم کفو میں نکاح کر دے۔ یعنی فاسق ہونے سے ان کی ولایت ساقط ہو جاتی ہے اس لئے حاکم کو چاہیئے کہ کفو میں نکاح کر دے۔ اور بحوالہ فتح القدیر ذکر کیا ہے کہ جب باپ متہتک (حد شرعی توڑنے والا) ہو یعنی سیئی الاختیار (اپنی مختاری کو برے طریق سے برتنے والا) ہو، تو اس کی ولایت نافذ نہیں ہوتی اور برے طریق سے برتنے کے یہ معنی ہے کہ لڑکی کا مہر پورا یا مہر مثل نہ باندھے یا غیر کفو میں نکاح کر دے تو اس کا نکاح پڑھا ہوا معتبر نہیں ہاں اگر مہر مثل باندھے یا نکاح کفو میں کرے تو اس صورت میں معتبر ہوگا۔ مگر یہ بزازیہ کے خلاف ہے کیونکہ بزازیہ کی اوپر کی عبارت میں کہا ہے کہ باپ دادا فاسق ہوں تو حاکم کفو میں نکاح کر دے جس کا مطلب یہ ہے کہ باپ دادا فسق کی وجہ سے بالکل معزول ہوتے ہیں، خواہ مہر مثل کے ساتھ کفو میں نکاح کریں۔ تو بھی اعتبار نہیں تب ہی کہا گیا ہے کہ حاکم کفو میں نکاح کر دے۔ ؎ انتہی

خلاصہ یہ کہ ولی کے لئے شرط ہے کہ وہ لڑکی کی مصلحت دیکھے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ ولی ہونے کے قابل نہیں۔

تنبیہ ثانی۔ نابالغہ کے نکاح میں بلوغ کے بعد نابالغہ کو اختیار ہے۔ خواہ نکاح قائم رکھے یا فسخ کرے۔ اہلحدیث کے نزدیک تو کوئی نکاح پڑھائے فسخ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ۲۱ اپریل ۱۹۳۲ء میں تفصیل کر چکے ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک ، باپ دادے کا پڑھا ہوا فسخ نہیں ہو سکتا۔ باقی کا فسخ ہو سکتا ہے۔ پس سوال کی صورت میں نکاح پڑھنے والا چونکہ چچا ہے اس لئے اس میں اہلحدیث اور حنفیہ متفق ہیں کہ اس میں بعد البلوغ لڑکی کو فسخ کا اختیار ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ضلع انبالہ

؎ یہ رسالہ الگ چھپ چکا ہے۔

ولی کا مرشد ہونا باطل ہے؟

سوال ۔ چچا نے نابالغہ کا نکاح کسی ایسے مرد سے کیا جو پہلے شادی شدہ ہے تو کیا چچا ولی مرشد ہو سکتا ہے کیونکہ اس مرد کی پہلی بیوی موجود ہے؟

جواب ۔ یہ بات حالات دیکھنے پر موقوف ہے اگر امیر آدمی ہے لڑکی کے ہر طرح سے آرام کا خیال ہے دونوں کو الگ الگ خرچ اور مکان ملنے کی امید ہے تو اس صورت میں سوکن ہونے کا کوئی حرج نہیں اور اگر چچا کی نیت خیرخواہی کی نہیں بلکہ اپنا کچھ مطلب ہے تو وہ ولی مرشد نہیں اس کا نکاح باطل ہے۔

عبداللہ امرتسری از روپڑ

باپ کی موجودگی میں ماموں کا ولی ہونا

سوال ۔ باپ خود غرض اور لالچی ہے لڑکی کی والدہ جو زید کی بیوی ہے وہ اپنے بھائی کو جو لڑکی کا حقیقی ماموں ہے ولی بنا کر کسی رشتہ دار کے ہاں جو نیک چلن ہمہ رد کارکن ہو نکاح کر دے جبکہ وہ لڑکی اپنے ماموں کے ہی گھر رہتی ہے اور اس کو باپ خیال کرتی ہے کیا اس صورت میں ماموں کا پڑھا ہوا نکاح درست ہے یا نہیں۔

جواب ۔ دارقطنی کے صفحہ ۳۸۵ میں ابن عمر سے روایت ہے کہ اگر ولی نقصان دینے والا ہو تو عورت دوسرے کو ولی بنا کر نکاح کر سکتی ہے۔ اور کتاب الام امام شافعی جلد دوم صفحہ ۱ میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ دو گواہوں اور ولی ہدایت والے کے بغیر نکاح نہیں اس طرح فتح الباری جزء ۱۸ صفحہ ۹ میں بحوالہ طبرانی ابن عباس سے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد کو حسن کہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سوال میں جو صورت ذکر ہوئی ہے۔ اس میں باپ کی موجودگی میں ماموں ولی بن سکتا ہے کیونکہ باپ خیرخواہ اور ہدایت والا نہیں بلکہ وہ اپنا مطلب نکالنا چاہتا ہے اس لئے اس کی جگہ ماموں ولی ہو کر نکاح پڑھا سکتا ہے۔

عبداللہ امرتسری از روپڑ

مَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مِنْ وَلِيٍّ ۔ آیت کا مطلب

سوال ۔ اللہ کے ولی اور انسان کے ولی ہونے میں کیا فرق ہے؟

جواب ۔ باپ یا کوئی اور ولی ہوتا ہے۔ تو صرف وفات تک ہوتا ہے اور وہ بھی صرف ان کاموں میں جو اس کے اختیار میں ہیں اور عادت کے مطابق ہیں۔ نہ وفات کے بعد اور نہ بشری

اختیار سے بالاتر جیسے کسی کو شفا دینا۔ بیٹا دینا۔ بارش اتارنا وغیرہ سو ایسی ولایت اور مدد خدا کا خاصہ ہے اور آیت مَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ سے یہی مراد ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی حال لاہور
ماڈل ٹاؤن سی بلاک کوٹھی نمبر ۱۱۹ - ۳ ذی الحج ۱۳۸۰ھ ۲۶ اگست ۱۹۶۰ء

ماں ولی بن سکتی ہے؟

سوال۔ نہ لڑکی بالغہ ہے نہ لڑکا۔ نہ ان کا باپ زندہ ہے نہ کوئی بھائی بالغ ہے صرف لڑکی کی والدہ نکاح کرتی ہے لڑکی اب اکیس برس کی ہوگئی ہے وہ لڑکا لڑکی اب تک ہمبستر نہیں ہوئے اب ان کی عداوت ہے اب وہ لڑکی دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

جواب۔ حدیث میں ہے لانکاح الا بولی یعنی ولی کے بغیر نکاح نہیں اس حدیث کی رو سے ماں کا نکاح پڑھا ہوا صحیح نہیں۔ کیونکہ عورت عورت کی ولی نہیں ہو سکتی اگر ہو سکتی تو ولی کی محتاج نہ ہوتی۔ پس صورت سوال میں عورت جہاں چاہے نکاح کرلے۔ عبداللہ امرتسری روپڑی ۹ر ذی الحجہ ۷۷ھ

کیا بیوہ عورت ولیوں سے پوشیدہ نکاح کر سکتی ہے

سوال۔ ایک بیوہ عورت جس کے دو بھائی موجود ہوں۔ کیا یہ بیوہ عورت دونوں بھائیوں کے مشورہ کے بغیر ان سے پوشیدہ نکاح کر سکتی ہے۔ عبدالرزاق ہزاروی

جواب۔ حدیث میں ہے لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ یعنی ولی کے بغیر نکاح نہیں۔ ہوتا ہاں اگر اصل ولی نکاح سے مانع ہو یا بڑھ وغیرہ چاہے یا جہاں عورت کی خواہش ہے اور شرعاً وہ جگہ ٹھیک ہے بے دین نہیں اور اصل ولی وہاں نہ ہونے دے۔ تو اس قسم کی صورتوں میں اصل ولی کی ولایت ٹوٹ جاتی ہے چونکہ حدیث میں ولی مرشد کی شرط آئی ہے یعنی ایسا ولی ہونا چاہیئے۔ جو عورت کا بھلا سوچے نہ کہ خود غرض ہو اگر ایسا ہوگا تو اس جگہ دوسرا ولی بنا کر نکاح پڑھا جا سکتا ہے۔ عبداللہ امرتسری روپڑی

اغوا کنندہ کے ساتھ بلا اصلی ولی کے نکاح ہوسکتا ہے؟

سوال۔ ایک بیوہ لڑکی کو کوئی شخص اغوا کر کے لے گیا۔ بعدہ اس کے بھائی اور برادری نے

بہت کوشش کے بعد اس عورت کو اس سے واپس لے لیا۔ عورت کی رضا واپس آنے کو نہ تھی۔ بلکہ ایک مرتبہ پھر جاگ کر اسی آدمی کے پاس چلی گئی۔ لیکن اس کی برادری نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ چنانچہ لے آئے۔ اب وہ دوسری جگہ اس کا نکاح پڑھنا چاہتے ہیں اور لوگ کہتے ہیں اس کا پہلا نکاح اس شخص سے ہے۔ جو اس کو اغوا کر کے لے گیا تھا۔ اغوا کرنے والا کہتا ہے میں طلاق نہیں دوں گا۔ اور لڑکی والے کہتے ہیں۔ بغیر ہماری مرضی کے اس کا نکاح کیسے ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ہم ولی ہیں لڑکی اغوا کرنے والے کو ہم نہیں دیں گے۔ شریعت اس بارہ میں کیا رہنمائی کرتی ہے۔

جواب ۔ بعض دفعہ اولیاء بیوہ کے نکاح پر ناراض ہوتے ہیں۔ یا بٹہ یا پیسہ لینا چاہتے ہیں یا بے دین سے رشتہ کرنا چاہتے ہیں یا اس میں کوئی جسمانی عیب ہوتا ہے یا اس قسم کی کوئی اور خرابی ہوتی ہے جس کی وجہ سے عورت نکاح کے لئے تیار نہیں ہوتی۔ تو اس صورت میں عورت اپنی حسب منشاء کسی کو ولی بنا کر کسی اچھے نیک آدمی سے نکاح کرے تو یہ نکاح صحیح ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے۔ لا نکاح الا بولی مرشد رشد اور بھلائی والے ولی کے بغیر نکاح نہیں۔ رشد و بھلائی والا ولی وہ ہے جو شریعت کے مطابق لڑکی کی بہتری سوچے نہ کہ اپنی خود غرضی پوری کرے۔ ایسے ولی کی ولایت فسخ ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں رشد و بھلائی کچھ نہیں ہے۔

اگر معاملہ اس کے الٹ ہے یعنی عورت خواہش بدکار ہے کسی کے ساتھ بگڑ گئی ہے اولیاء اس کی بھلائی چاہتے ہیں ایسی حالت میں اولیاء کی اجازت کے بغیر نکاح پڑھا ہوا صحیح نہیں۔ اس حالت میں دوسری جگہ نکاح ہو سکتا ہے طلاق کی ضرورت نہیں۔ عبداللہ امرتسری روپڑی

کیا عورت اپنے نفس کو ولی بنا کر نکاح کر سکتی ہے

سوال ۔ زینب نے اپنا نکاح خود اپنے نفس کو ولی بنا کر کر لیا ہے آیا اس کا نکاح درست ہے۔

جواب ۔ حدیث میں ہے لا نکاح الا بولی ولی کے بغیر نکاح نہیں۔ بعض احادیث میں ہے جو اپنا نکاح خود کرے وہ زانیہ ہے (مشکوٰۃ باب الولی)

غرض ولی کے بغیر نکاح نہیں اور اپنے نفس کو ولی بنانے کے کچھ معنی نہیں بلکہ ولی وہی ہوتا ہے جس کو شرع نے ولی بنایا ہے ہاں بعض صورتیں ایسی ہیں جس میں عورت ولی بنا سکتی ہے ورنہ عام طور پر اس کی اجازت

نہیں: تلخیص الجبیر میں ہے یعنی امام شافعی، دارقطنی، بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ایک عورت ایک قافلہ میں تھی اس نے اپنا کام ایک شخص کے سپرد کیا، یعنی اس کو اپنا ولی بنا لیا۔ اس نے نکاح پڑھ دیا حضرت عمرؓ کو پتہ لگا، تو انہوں نے نکاح کرنے والے اور نکاح پڑھنے والے دونوں کو دُرّے مارے اس روایت میں اگرچہ انقطاع ہے، جس کی وجہ سے اس روایت میں ضعف آگیا، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اصل ولی وہی ہے جس کو خدا نے ولی بنایا ہے پس اصل ولی ہوتے ہوئے عارضی ولی کا اعتبار نہیں۔ مشکوٰۃ میں حدیث ہے فالسلطان ولی من لا ولی لہ یعنی جس کا کوئی ولی نہیں اس کا ولی بادشاہ ہے اگر اپنے آپ ولی بنانا درست ہوتا، تو پھر اس فرمان کی کیا ضرورت تھی کہ جس کا کوئی ولی نہیں اس کا ولی بادشاہ ہے پس معلوم ہوا کہ سوال کی صورت میں اگر ولی ہوتے ہوئے دوسرے کو ولی بنایا گیا ہے تو نکاح درست نہیں جب نکاح درست نہ ہوا تو دونوں کو حضرت عمرؓ کے فعل کے مطابق دُرّے لگنے چاہئیں۔ عبداللہ امرتسری روپڑی

حرام رشتے

دودھ سے کون کون سے رشتے حرام ہیں؟

سوال: ایک لڑکے اور لڑکی نے ایک ایک عورت کا دودھ تقریباً چار یا پانچ روز پیا ہے کیا اس عورت کی مشترکہ دودھ پلانے والی عورت کی دوسری لڑکی کے ساتھ مشترکہ دودھ پینے والے لڑکے کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر پہلے نکاح ہو چکا ہو تو کیا کیا جائے؟

جواب: مشکوٰۃ میں ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَۃِ مَا یَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَۃِ رواہ البخاری (مشکوٰۃ باب المحرمات)

یعنی حضرت عائشہؓ سے روایت ہے رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شے ولادت سے حرام ہوتی ہے وہی رضاعت سے بھی حرام ہوتی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رضاعت سے وہ تمام تعلقات حرام ہوں گے، جو ولادت سے ثابت ہوتے ہیں، مثلاً ولادت میں ایک عورت کی اولاد سب آپس میں بہن بھائی ہوتے ہیں ٹھیک اسی طرح جس لڑکے